بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النساء

(۱۶)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ، كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا، فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ، وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴿۹۱﴾

(اِن کے علاوہ) کچھ دوسرے لوگ تم ایسے بھی دیکھو گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی، مگر جب فتنے کی طرف بلائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اُس میں جا گرتے ہیں[۱۵۸]۔ سو اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور تمھاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ نہ بڑھائیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو اُنھیں جہاں پاؤ، پکڑو اور قتل کرو۔ یہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمھیں کھلا اختیار[۱۵۹] دیا ہے۔۹۱

[۱۵۸] یعنی جب قوم کے سرکشوں کا دباؤ پڑتا ہے تو اُن کی شرارتوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

[۱۵۹] اصل میں لفظ 'سُلْطَانٌ' آیا ہے۔ اِس کے معنی دلیل و حجت کے بھی ہیں اور یہ اختیار و اقتدار کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اِس دوسرے معنی کی نظیریں سورۂ ابراہیم (۱۴) کی آیت ۲۲ اور سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۳۳ میں دیکھ لی جا سکتی ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَئًا، وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا، فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ، وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

(لیکن کوئی بے احتیاطی نہیں ہونی چاہیے، اِس لیے کہ) کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرے، الاّ یہ کہ اُس سے غلطی ہو جائے۔ اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کرے، اُس کے ذمے ہے کہ ایک مسلمان کو غلامی سے آزاد کرے[١٦٠] اور اُس کے گھر والوں کو خوں بہا دے[١٦١]، الاّ یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر اگر مقتول کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو، مگر مسلمان ہو تو ایک مسلمان کو غلامی سے آزاد کر دینا ہی کافی ہے۔ اور اگر وہ کسی ایسی قوم کا فرد ہے جس کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہے

---

[١٦٠] قرآن نے غلامی کو ختم کرنے کے لیے جو اقدامات کیے، یہ بھی اُنھی میں سے ہے۔ اِس زمانے میں غلامی ختم ہو چکی ہے، لہٰذا کوئی شخص اگر روزے نہ رکھ سکے تو غلام کی قیمت کے تناسب سے قیدیوں کا جرمانہ ادا کر کے وہ اُنھیں رہا کرا سکتا یا اِسی تناسب سے کسی مسلمان کا قرض ادا کر سکتا ہے۔

[١٦١] اصل میں 'دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'دِيَةٌ' کے معنی ہیں: وہ شے جو دیت کے نام سے معروف ہے اور 'دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ' کے الفاظ حکم کے جس منشا پر دلالت کرتے ہیں، وہ اِس کے سوا کچھ نہیں کہ مخاطب کے عرف میں جس چیز کا نام دیت ہے، وہ مقتول کے ورثہ کے سپرد کر دی جائے۔ قرآن مجید نے دیت کی کسی خاص مقدار کا تعین کیا ہے، نہ عورت اور مرد، غلام اور آزاد اور مسلم اور غیر مسلم کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھیرائی ہے۔ اُس کا حکم یہی ہے کہ دیت معاشرے کے دستور اور رواج کے مطابق ادا کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کے فیصلے اپنے زمانے میں عرب کے دستور کے مطابق کیے۔ فقہ و حدیث کی کتابوں میں دیت کی جو مقداریں بیان ہوئی ہیں، وہ اِسی دستور کے مطابق ہیں۔ عرب کا یہ دستور اہل عرب کے تمدنی حالات اور تہذیبی روایات پر مبنی تھا۔ زمانے کی گردش نے کتاب تاریخ میں چودہ صدیوں کے ورق الٹ دیے ہیں۔ تمدنی حالات اور تہذیبی روایات میں زمین و آسمان کا تغیر واقع ہو گیا ہے۔ اب ہم دیت میں اونٹ دے سکتے ہیں، نہ اونٹوں کے لحاظ سے اِس دور میں دیت کا تعین کوئی دانش مندی ہے۔ عاقلہ کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے اور قتل خطا کی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ

تو اُس کے وارثوں کو دیت بھی دی جائے گی اور تم ایک غلام بھی آزاد کرو گے۔ پھر جس کے پاس غلام نہ ہو، اُسے لگا تار دو مہینے کے روزے رکھنا ہوں گے۔[۱۶۲] یہ اللہ کی طرف سے اِس گناہ پر توبہ کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔[۱۶۳] اُس شخص کی سزا، البتہ جہنم ہے جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے،

وہ صورتیں وجود میں آ گئی ہیں جن کا تصور بھی اُس زمانے میں ممکن نہیں تھا۔ قرآن مجید کی ہدایت ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے ہے، چنانچہ اُس نے اس معاملے میں معروف کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ پھر معروف پر مبنی قوانین کے بارے میں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے اُن میں تغیر کیا جا سکتا ہے اور کسی معاشرے کے ارباب حل و عقد اگر چاہیں تو اپنے اجتماعی مصالح کے لحاظ سے اُنھیں نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں۔

[۱۶۲] اس آیت میں قتل خطا کا جو قانون بیان ہوا ہے، وہ درج ذیل تین دفعات پر مبنی ہے:

اول یہ کہ مقتول اگر مسلمان ہے اور مسلمانوں کی ریاست کا شہری ہے یا مسلمانوں کی ریاست کا شہری تو نہیں ہے، لیکن کسی معاہد قوم سے تعلق رکھتا ہے تو قاتل پر لازم ہے کہ اُسے اگر معاف نہیں کر دیا گیا تو دستور کے مطابق دیت ادا کرے اور اِس جرم کے کفارے میں اپنے پروردگار کے حضور میں توبہ کے لیے ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔

دوم یہ کہ وہ اگر دشمن قوم کا کوئی مسلمان ہے تو قاتل پر دیت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اِس صورت میں یہی کافی ہے کہ اپنے گناہ کو دھونے کے لیے وہ ایک مسلمان غلام آزاد کر دے۔

سوم یہ کہ اِن دونوں صورتوں میں اگر غلام میسر نہ ہو تو اِس کے بدلے میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے۔

یہ کسی شخص کے غلطی سے قتل ہو جانے کا حکم ہے، لیکن صاف واضح ہے کہ جراحات کا حکم بھی یہی ہونا چاہیے۔ چنانچہ اُن میں بھی دیت ادا کی جائے گی اور اِس کے ساتھ کفارے کے روزے بھی دیت کی مقدار کے لحاظ سے لازماً رکھے جائیں گے۔ یعنی، مثال کے طور پر، اگر کسی زخم کی دیت ایک تہائی مقرر کی گئی ہے تو کفارے کے بیس روزے بھی لازماً رکھنا ہوں گے۔

[۱۶۳] آیت کا یہ حصہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِس کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

www.javedahmadghamidi.com

خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا ﴿۹۳﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوۡا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤى

وہ اُس میں ہمیشہ رہے گا، اُس پر اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت ہے اور اُس کے لیے اُس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۱۶۴] ۹۲-۹۳

ایمان والو، جب تم اللہ کی راہ میں (اِس جنگ کے لیے) نکلو تو (کسی اقدام سے پہلے) تحقیق کر لیا کرو

''...جب مفعول اِس طرح فعل کے بغیر آئے تو اُس پر خاص تاکید اور عزم کے ساتھ زور دینا مقصود ہوتا ہے۔ یہاں خوں بہا کے ساتھ ساتھ ایک غلام آزاد کرنے اور غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہ ہونے کی صورت میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے کی جو ہدایت ہوئی تو اُس پر خاص تاکید کے ساتھ زور دیا کہ یہ خداے علیم و حکیم کی طرف سے مقرر کردہ توبہ ہے، نہ کوئی اُس کو شاق سمجھے، نہ اُس کی خلاف ورزی کرے۔ قتل مومن، غلطی ہی سے سہی، عظیم گناہ ہے۔ اِس گناہ کو دھونے کے لیے صرف خوں بہا کافی نہیں ہے، بلکہ غلام بھی آزاد کیا جائے اور اگر اِس کی مقدرت نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے جائیں تاکہ دل پر سے ہر داغ اِس گناہ کا دھل جائے۔ گویا ایسے سنگین معاملے میں زبانی توبہ کافی نہیں ہے، بلکہ اِس کے ساتھ اُس کے مویدات بھی ہونے ضروری ہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۳۶۲)

[۱۶۴] یہاں قتل عمد کی جو سزا بیان ہوئی ہے، وہ بعینہٖ وہی ہے جو بدترین منکرین حق کے لیے قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...اِس سزا کی سنگینی کی علت سمجھنے کے لیے اِس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق اُس کی جان کا احترام ہے، کوئی مسلمان اگر دوسرے مسلمان کی جان لے لیتا ہے تو اِس کے معنی یہ ہوئے کہ حقوق العباد میں سے اُس نے سب سے بڑے حق کو تلف کیا جس کی تلافی و اصلاح کی بھی اب کوئی شکل باقی نہیں رہی، اِس لیے کہ جس شخص کے حق کو اُس نے تلف کیا، وہ دنیا سے رخصت ہو چکا اور حقوق العباد کی اصلاح کے لیے تلافی مافات ناگزیر ہے۔ پھر اِس کا ایک اور پہلو بھی بڑا اہم ہے۔ وہ یہ کہ یہ ایک ایسے مسلمان کے قتل کا معاملہ ہے جو دارالکفر اور دارالحرب میں گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسلامی شریعت کے اُن تحفظات سے بھی محروم تھا جو دارالاسلام میں ایک مسلمان کو حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے دین اور اپنے نفس کے معاملے میں اُس کو اگر کسی سے خیر کی امید ہو سکتی تھی تو وہ مسلمانوں ہی سے ہو سکتی تھی۔ اب اگر کوئی مسلمان ہی اُس کو قتل کر دے اور وہ بھی عمداً اور ایسی جگہ پر جہاں اُس کو اسلامی قانون کی حفاظت بھی حاصل نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ نہ ایسے مقتول سے بڑھ کر کوئی مظلوم ہو سکتا

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اِلَيۡكُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا، تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيۡرَةٌ، كَذٰلِكَ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَتَبَيَّنُوۡا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۹۴﴾

لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ، فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ دَرَجَةً، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى، وَفَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنۡهُ وَمَغۡفِرَةً وَّرَحۡمَةً، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا

اور جو تمھیں سلام کرے، اُسے یہ نہ کہا کرو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ تم دنیوی زندگی کا ساز و سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس تمھارے لیے بہت کچھ سامان غنیمت ہے۔[165] اِس سے پہلے تم بھی اِسی حالت میں تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ اِس لیے تحقیق کر لیا کرو۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ۹۴

(اِس جنگ کے لیے نکلو، اِس لیے کہ) مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی معذوری کے بغیر گھروں میں بیٹھے رہیں اور جو اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں، دونوں برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے بیٹھنے والوں پر جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو ایک درجہ فضیلت دی ہے۔ (اِس میں شبہ نہیں کہ) اِن میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے، مگر جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر اللہ نے ایک اجر عظیم کی فضیلت دی ہے، اُس کی طرف سے درجے اور مغفرت اور رحمت۔ اور اللہ بخشنے والا

ہے اور نہ ایسے قاتل سے بڑھ کر کوئی ظالم!'' (تدبر قرآن ۲/ ۳۶۱)

[۱۶۵] مطلب یہ ہے کہ مال غنیمت کی طمع میں کسی شخص کے ایمان کا انکار نہ کرو۔ تم یہ جنگ فتوحات حاصل کرنے اور مال غنیمت جمع کرنے کے لیے نہیں، بلکہ مظلوم مسلمانوں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑانے کے لیے لڑ رہے ہو۔ خدا کے پاس تمھارے لیے غنیمت کے بڑے ذخیرے ہیں۔ وہ بھی عنقریب تمھیں حاصل ہو جائیں گے، لیکن کسی مسلمان کی جان تمھارے کسی اقدام کی وجہ سے خطرے میں نہیں پڑنی چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

رَّحِیۡمًا ﴿۹۶﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ، قَالُوۡا: فِیۡمَ کُنۡتُمۡ، قَالُوۡا کُنَّا
مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ، قَالُوۡۤا: اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا،
فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّلَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹۸﴾

ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔[۱۶۶] ۹۵-۹۶

(اِس موقع پر بھی جو لوگ اُن بستیوں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہیں، جہاں اُنھیں دین کے لیے ستایا جا رہا ہے، اُنھیں بتاؤ، اے پیغمبر کہ) جن لوگوں کی جان فرشتے اِس حال میں قبض کریں گے کہ[۱۶۷] (اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال کر) وہ اپنی جان پر ظلم کر رہے تھے، اُن سے وہ پوچھیں گے کہ یہ تم کس حال میں پڑے رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو اِس ملک میں بالکل بے بس تھے۔ فرشتے کہیں گے: کیا خدا کی زمین ایسی وسیع نہ تھی کہ تم اُس میں ہجرت کر جاتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔[۱۶۸] ہاں، وہ مرد، عورتیں اور بچے جو فی الواقع بے بس ہیں اور نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں نہ راستہ پاتے ہیں،

---

[۱۶۶] یہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک مرتبہ پھر جہاد کی ترغیب دی ہے، لیکن اُس وقت چونکہ نفیر عام کا موقع نہیں تھا، اِس لیے وضاحت کر دی ہے کہ اِس کی حیثیت ایک درجۂ فضیلت کی ہے۔ سچے مسلمان اگر کسی عذر معقول کے بغیر بھی اِس کے لیے نہیں اٹھیں گے تو جہاد کے اجر عظیم سے تو یقیناً محروم رہیں گے، مگر خدا کا وعدہ اُن سے بھی اچھا ہے۔ وہ جہاد سے جی چرانے والے منافقین نہیں ہیں، لہٰذا اپنے اخلاص اور حسن عمل کا اجر ضرور پائیں گے۔

[۱۶۷] اصل الفاظ ہیں: 'اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ'۔ ان میں لفظ 'الۡمَلٰٓئِکَةُ' جمع ہے۔ اِس سے مقصود یہاں جنس کا اظہار ہے۔ عربی زبان میں جمع بعض موقعوں پر اس طریقے سے بھی آتی ہے۔

[۱۶۸] یہ وعید اِس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کے مطالبے کے باوجود یہ لوگ محض اپنے مفادات کی خاطر گریز و فرار کے بہانے تراش رہے تھے اور اس طرح گویا ایک طرح کی منافقت میں مبتلا تھے۔ چنانچہ پیچھے اِسی بنا پر اُنھیں منافق کہا گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ، وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ
يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً، وَمَنْ يَّخْرُجْ
مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى
اللّٰهِ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ،
اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾

اُن کے لیے توقع ہے کہ اللہ اُن سے درگزر فرمائے۔ بے شک، اللہ معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ (یہ لوگ گھروں سے نکلیں اور مطمئن رہیں کہ) جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کے لیے بڑے ٹھکانے اور بڑی گنجایش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر اُسے موت آجائے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا اور اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔[۱۶۹] ۹۷-۱۰۰

تم لوگ (اِس جہاد کے لیے) سفر میں نکلو تو کوئی حرج نہیں کہ نماز میں کمی کر لو، اگر اندیشہ ہو کہ منکرین تمھیں ستائیں گے، اِس لیے کہ یہ منکرین تمھارے کھلے دشمن ہیں۔[۱۷۰] ۱۰۱

---

[۱۶۹] ان آیتوں سے واضح ہے کہ بندۂ مومن کے لیے اگر کسی جگہ اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم رہنا جان جوکھم کا کام بن جائے، اُسے دین کے لیے ستایا جائے، یہاں تک کہ اپنے اسلام کو ظاہر کرنا ہی اُس کے لیے ممکن نہ رہے تو ایمان کا تقاضا ہے کہ اُس جگہ کو چھوڑ کر وہ کسی ایسے مقام کی طرف منتقل ہو جائے جہاں وہ علانیہ اپنے دین پر عمل پیرا ہو سکے۔

[۱۷۰] اِس سے نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ جنگ کے خطرات میں بھی کوئی مسلمان اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکا ہے کہ خطرہ ہو تو نماز پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر، جس طرح ممکن ہو پڑھ لی جائے۔ یہاں فرمایا ہے کہ حالات کے لحاظ سے اِس میں کمی بھی ہو سکتی ہے۔ اصطلاح میں اِسے قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے لیے یہ سنت قائم کی ہے کہ صرف چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھی

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ، فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ، وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً،

اور (اے پیغمبر)، جب تم اِن کے درمیان ہو اور (خطرے کی جگہوں پر) اِنھیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ایک گروہ تمھارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنا اسلحہ لیے رہے۔ پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو تمھارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ آئے، جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے اور تمھارے ساتھ نماز ادا کرے۔ وہ بھی اپنی حفاظت کا سامان اور ضروری اسلحہ لیے ہوئے ہوں۔ یہ منکر تو چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے ذرا غافل ہو تو تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ اِس میں، البتہ

جائیں گی۔ دو اور تین رکعت والی نمازوں میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ چنانچہ فجر اور مغرب کی نمازیں اس طرح کے موقعوں پر بھی پوری پڑھیں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ فجر پہلے ہی دو رکعت ہے اور مغرب دن کے وتر ہیں، اِن کی یہ حیثیت تبدیل نہیں ہو سکتی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

نماز میں کمی کی یہ رخصت یہاں 'اِنْ خِفْتُمْ' (اگر تمھیں اندیشہ ہو) کی شرط کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے عام سفروں کی پریشانی، افراتفری اور آپا دھاپی کو بھی اِس پر قیاس فرمایا اور ان میں بالعموم قصر نماز ہی پڑھی ہے۔ سیدنا عمر کا بیان ہے کہ اِس طرح بغیر کسی خطرے کے قصر کر لینے پر مجھے تعجب ہوا۔ چنانچہ میں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کی عنایت ہے جو اُس نے تم پر کی ہے، سو اللہ کی اس عنایت کو قبول کرو*۔

نماز میں تخفیف کی اِس اجازت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اوقات میں تخفیف کا استنباط بھی کیا ہے اور اِس طرح کے سفروں میں ظہر و عصر، اور مغرب اور عشا کی نمازیں جمع کر کے پڑھائی ہیں**۔ یہی معاملہ حج کا

---

* مسلم، رقم ۶۸۶۔

** ابوداؤد، رقم ۱۲۲۰۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ كَانَ بِكُمۡ اَذًى مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَكُمۡ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ، اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا﴿۱۰۲﴾

کوئی حرج نہیں کہ اگر بارش کی تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اپنا اسلحہ اتار دو۔ ہاں، یہ ضروری ہے کہ حفاظت کا سامان لیے رہو۔ تم یقین رکھو کہ اللہ نے اِن منکروں کے لیے بڑی ذلت کی سزا تیار کر رکھی ہے[۱۷۱]۔ ۱۰۲

ہے۔ اِس میں چونکہ شیطان کے خلاف جنگ کو علامتوں کی زبان میں ممثل کیا جاتا ہے، اِس لیے تمثیل کے تقاضے سے آپ نے یہ سنت قائم فرمائی ہے کہ لوگ مقیم ہوں یا مسافر، وہ منیٰ میں قصر اور مزدلفہ اور عرفات میں جمع اور قصر، دونوں کریں گے۔

[۱۷۱] یہ ایک مشکل کا حل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات اگر خطرے کے موقعوں پر نماز کی جماعت کھڑی کی جائے اور حضور امامت کرائیں تو کوئی مسلمان اُس جماعت کی شرکت سے محروم رہنے پر راضی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر سپاہی کی یہ آرزو ہوتی کہ وہ آپ ہی کی اقتدا میں نماز ادا کرے۔ یہ آرزو ایک فطری آرزو تھی، لیکن اِس کے ساتھ دفاع کا اہتمام بھی ضروری تھا۔ اِس مشکل کا ایک حل تو یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود چار رکعتیں پڑھتے اور اہل لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو کر دو دو رکعتوں میں آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ بعض موقعوں پر یہ طریقہ اختیار کیا بھی گیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اِس میں جو زحمت ہو سکتی تھی، اِس کے پیش نظر قرآن نے اِن آیتوں میں یہ تدبیر بتائی کہ امام اور مقتدی، دونوں قصر نماز ہی پڑھیں اور لشکر کے دونوں حصے یکے بعد دیگرے آپ کے ساتھ آدھی نماز میں شامل ہوں اور آدھی نماز اپنے طور پر ادا کر لیں۔ چنانچہ ایک حصہ پہلی رکعت کے سجدوں کے بعد پیچھے ہٹ کر حفاظت و نگرانی کا کام سنبھالے اور دوسرا حصہ، جس نے نماز نہیں پڑھی ہے، آپ کے پیچھے آ کر دوسری رکعت میں شامل ہو جائے۔

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس حکم کی رو سے لشکر کو جو رکعت اپنے طور پر ادا کرنا تھی، اُس کے لیے حالات کے لحاظ سے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔ ایسا بھی ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا اور لوگ نماز پوری کر کے پیچھے ہٹے اور ایسا بھی ہوا کہ اُنھوں نے بعد میں نماز پوری کر لی*۔ اِس کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس تدبیر کا تعلق، جیسا کہ آیت میں 'وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ' (اور جب تم اُن کے

---

* بخاری، رقم ۳۹۰۰۔ مسلم، رقم ۸۴۲۔

فَـاِذَا قَـضَيۡتُـمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِكُمۡ، فَاِذَا
اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ، اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا﴿۱۰۳﴾
وَلَا تَهِـنُـوۡا فِـى ابۡتِـغَـآءِ الۡقَوۡمِ، اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا

پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے، (ہر حال میں) یاد کرتے رہو۔[۱۷۲] لیکن جب اطمینان میں ہو جاؤ تو پوری نماز پڑھو (اور اِس کے لیے جو وقت مقرر ہے، اُس کی پابندی کرو)، اِس لیے کہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔[۱۷۳] ۱۰۳

(ایمان والو، اِس جنگ کے لیے نکلو) اور دشمن[۱۷۴] کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمھاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں، لیکن تم خدا سے وہ توقعات رکھتے ہو جو وہ نہیں

درمیان ہو) کے الفاظ سے واضح ہے، خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی سے تھا۔ آپ کے بعد کسی ایک ہی امام کی اقتدا کی خواہش نہ اتنی شدید ہو سکتی ہے اور نہ اُس کی اتنی اہمیت ہے۔ قیام جماعت کا موقع ہو تو لوگ اب الگ الگ اماموں کی اقتدا میں نہایت آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکتے ہیں۔

[۱۷۲] نماز کی اصل حقیقت ذکر الٰہی ہے اور دین کی روح اِس ذکر کا دوام ہے۔ قصر کی اجازت سے اِس میں جو کسر ہوئی تھی۔ یہ اُس کے جبر کی ہدایت فرمائی ہے کہ میدان جنگ میں اور خطرے کے موقعوں پر بالخصوص اِس کا اہتمام کیا جائے، اِس لیے کہ تمام عزم و حوصلہ کا منبع درحقیقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے۔

[۱۷۳] نماز کے اوقات میں تخفیف کی طرف یہ قرآن نے خود اشارہ کر دیا ہے۔ آیت میں 'اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا' کے الفاظ عربیت کی رو سے تقاضا کرتے ہیں کہ اِن سے پہلے 'اور وقت کی پابندی کرو' یا اِس طرح کا کوئی جملہ مقدر سمجھا جائے۔ اِس سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہوئی کہ قصر کی اجازت کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ نماز کی رکعتوں کے ساتھ اُس کے اوقات میں بھی کمی کر لیں۔ چنانچہ ہدایت کی گئی کہ جب اطمینان میں ہو جاؤ تو پوری نماز پڑھو اور اُس کے لیے جو اوقات مقرر ہیں، اُن کی پابندی کرو، اِس لیے کہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

[۱۷۴] اصل میں لفظ 'الۡقَوۡم' آیا ہے۔ یہ جب اِس طرح کے سیاق میں آتا ہے تو اِس سے مراد دشمن اور حریف ہوتا ہے۔ اِس کی مثالیں قرآن مجید اور کلام عرب، دونوں میں موجود ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ، وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

رکھتے، اور اللہ علیم و حکیم ہے۔[۱۷۵] ۱۰۴

[۱۷۵] لہٰذا مطمئن رہو۔ تمھیں جو تکلیف بھی پہنچتی ہے تمھاری مصلحت کے لیے پہنچتی ہے اور خدا کے اِسی علم و حکمت کا تقاضا ہوتی ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net